۱۱

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے فتح مقدر ہو چکی ہے

(فرمودہ ۱۴- اپریل ۱۹۳۳ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

فلسفیوں میں اس بات پر اختلاف ہے کہ آیا وہ چیزیں جو دنیا میں ہمیں نظر آتی ہیں خواہ وہ دیکھی جانے والی یا چُھوئی جانے والی، سُنی جانے والی یا سونگھی جانے والی چیزوں میں سے ہیں، ان کا وجود اصلی ہے یا شکی؟ اور اس خیال پر اس قدر بحثیں ہوئیں ہیں کہ بعض لوگ تو حقائقِ اشیاء کے کُلّی طور پر منکر ہوگئے ہیں- وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز نہیں- اگر ہے تو محض انسانی احساس وگرنہ جو کچھ ہے وہ سب وہم ہی وہم ہے-

پرانے زمانہ میں ان لوگوں کو سوفسطائی اور ان کے عقیدہ کو سفسط کہتے تھے- اور ان کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے کہ ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک کے پاس اسی عقیدہ کا ایک آدمی آیا- اس کا یہی دعویٰ تھا کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں یہ سب وہم ہے- مختلف لوگوں نے اس سے گفتگو کی مگر اس کا جواب دینے سے عاجز رہے- آخر بادشاہ کو ایک تدبیر سوجھی اور اس نے کہا اچھا میں اسے سمجھاتا ہوں- اس نے اسے ایک جگہ کھڑا کرکے ایک مست ہاتھی لانے کا حکم دیا- اور خود اِردگرد چھتوں پر محفوظ جگہ بیٹھ گئے اور ایک دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی بھی لگادی- جب ہاتھی نے اس پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کر سیڑھی پر چڑھنے لگا- اس پر بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ میں اب اسے قائل کرلوں گا اسے کہا کہ بھاگتے کیوں ہو، ہاتھی وغیرہ کچھ نہیں محض وہم ہے- وہ بھی اپنے علم کا پکا تھا- کہنے لگا بادشاہ سلامت بھاگ کون رہا ہے، یہ

بھی وہم ہی ہے۔ گویا اس خیال میں لوگوں نے اس قدر ترقی کی کہ ہر چیز کی حقیقت سے انکار کردیا۔ اور وہی چیز جو کسی زمانہ میں سفسطہ کہلاتی تھی اب اسی بیہودگی اور لغویت کا نام برکلے کا فلسفہ ہے۔ گویا اسے ایک اور رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ اس میں شبہ ہی کیا ہے کہ سب کچھ ہمارا اپنا وہم ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص سفید دیکھتا ہے اور دوسرا زرد۔ گویا مختلف چیزیں مختلف نگاہوں میں مختلف طور پر نظر آتی ہیں۔ اور یہ اسی لئے ہے کہ حقیقت میں وہ کچھ نہیں محض اپنے واہمہ کا انعکاس ہے۔ اور اس زمانہ میں سائنس کے حملہ سے بچنے کیلئے عیسائیت نے اسی فلسفہ کو اختیار کیا ہے۔ جب سائنس نے بعض ایسی تعلیمات پیش کیں جن کی عیسائیت پر زد پڑتی ہے تو پادریوں نے برکلے کے فلسفہ کے ماتحت ہی پناہ لی۔ اور کہہ دیا کہ سائنس کیا ہے' موجودات و مشاہدات سب وہم ہیں اور حقائق پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کے اُلٹ اس بات کو لیا ہے کہ موجودات جو ہمیں نظر آتی ہیں' یہی قطعی اور یقینی چیز ہیں۔ اور انسانی دماغ جن چیزوں کو سوچتا ہے وہ سب ظنی اور وہمی ہیں۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے خیالات اپنے اندر سچائی رکھتے ہیں۔ ہر چیز اپنی ذات میں کچھ نہیں محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور کُن کا انعکاس ہے۔ اور اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ انسان غلطی کرتا ہے چیز کچھ ہوتی ہے اور وہ کچھ سمجھتا ہے۔

پس سچائی دونوں کے درمیان ہے اور درحقیقت دونوں چیزوں کی صحت سے سچائی پیدا ہوتی ہے۔ سورج موجود ہے مگر اندھی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر بینا آنکھ بے شک اسے دیکھ سکتی ہے مگر تاریکی میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہوسکتے کہ آنکھ میں دیکھنے کی طاقت نہیں۔ طاقت تو ضرور ہے مگر بیرونی روشنی کے بغیر اس سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی قانون مقرر فرمایا ہے کہ دو چیزیں مل کر علم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وہ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے[۱]۔ اسی طرح علم کیلئے بھی جوڑا ہے۔ باہر کی چیزیں جب دماغ سے ملتی ہے تو علم پیدا ہوتا ہے۔ علم کیا چیز ہے؟ یہ دراصل بچہ ہے جو انسانی دماغ اور باہر کی چیزوں کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے جن لوگوں کے دماغ میں نقص ہو وہ باہر کی چیزوں سے غلط نتائج اختیار کرلیتے ہیں۔ اور جب باہر کی چیزوں میں نقص ہو تو ذہن اس کی تکمیل نہیں کرسکتا اور اس وقت بھی غلط نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ صحیح نتائج

وہی لوگ اخذ کرسکتے ہیں جن کے دماغ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکمیل عطا ہوتی ہے- اور نظر صاف کی جاتی ہے' وہی صحیح طور پر دیکھ سکتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ انبیاء یا ان کے اظلال یعنی اولیاء اللہ جن باتوں کو دیکھیں گے' دوسرے اُنہیں دیکھ نہیں سکتے- چیز موجود ہے ایک کو نظر آتی ہے مگر دوسرے کو نہیں- حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ آتھم کی پیشگوئی کے موقع پر جب مخالفین نے ہنسی ٹھٹھاشروع کردیا اور کہا کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی- حالانکہ اس میں ایسی شرط تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آتھم کو موت سے بچالیا- تو نواب صاحب بہاولپور کی مجلس میں بھی ایک دن اس پر ہنسی کی جارہی تھی- پیر غلام فرید صاحب چاچڑاں والے بھی جو نواب صاحب کے پیر تھے' وہاں موجود تھے- لوگ ہنسی کرتے رہے اور وہ خاموش بیٹھے رہے- آخر نواب صاحب نے بھی اس میں حصہ لینا شروع کردیا- جب انہوں نے بھی تمسخرانہ انداز میں کوئی بات کہی تو آپ بولے- آپ چونکہ نواب صاحب کے پیر تھے اور یوں بھی مستغنی طبیعت کے آدمی تھے' اس لئے بات کہنے میں جھجکتے نہ تھے- آپ نے جوش سے کہا کون کہتا ہے یہ پیشگوئی غلط نکلی- کون کہتاہے آتھم زندہ ہے وہ مرگیا اور مجھے تو اس کی لاش نظر آتی ہے-

غرض یہ نگاہ اور تھی بظاہر وہ زندہ تھا مگر جن لوگوں کی نظر کو اللہ تعالیٰ نے تیز کیا تھا' ان کیلئے وہ زندہ نہیں بلکہ مُردہ تھا- کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک ظاہر بین جس کی روحانی نظر کمزور ہو' اپنی کمزوری کی وجہ سے ان کو نہیں دیکھ سکتا- کیونکہ جب اندر اور باہر دونوں جگہ درستی نہ ہو' نتائج صحیح پیدا نہیں ہوسکتے- پانی میں اُنگلی ڈال کر دیکھو ٹیڑھی نظر آئے گی- کیونکہ شعاعیں جس طرح ہوا میں سفر کرتی ہیں اس طرح پانی میں نہیں کرسکتیں- آنکھ وہی ہے جو اُنگلی کو باہر دیکھتی تھی اور اُنگلی بھی وہی ہے لیکن پانی میں ڈال کر دیکھو تو ٹیڑھی نظر آئے گی- اس قسم کے لوگوں نے کئی تماشے بنا رکھے ہیں اور کئی تو انہیں اپنی غلطی سے معجزات سمجھنے لگ جاتے ہیں- تو میں بتارہا تھا کہ دونوں چیزوں کے صحیح ہونے سے صحیح نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے- چیز بھی ٹھیک رکھی ہو اور نظر بھی صحیح طور پر ڈالی جائے پھر نتیجہ صحیح ہوگا- انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ چند دن کی بات ہے' یہ سلسلہ خود بخود تباہ ہوجائے گا- کیونکہ اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ اُن آسمانی فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے جو اُن کی تائید کیلئے نازل ہورہے ہوتے ہیں- بعض لوگوں کی نظر دس گز بیس گز سے زیادہ دور نہیں دیکھ

سکتی- پھر بعض سَو گز سے آگے نہیں دیکھ سکتے- بعض دوسَو گز سے آگے اور بعض میل سے آگے نہیں دیکھ سکتے- اب اگر ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر کوئی فوج ہو تو وہ یہی کہیں گے کہ ہماری تباہی کے کوئی سامان نہیں ہو رہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہو رہے ہیں- لیکن ان کی نظر چونکہ کمزور ہے' اس لئے وہ دیکھ نہیں سکتے- تو جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے- آسمانی سامان چونکہ لوگوں کو نظر نہیں آتے' اس لئے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ چند دن کی بات ہے- لیکن انبیاء کو چونکہ خاص نظر عطا کی جاتی ہے' وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کی تائید کیلئے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرم دین کی طرف سے گورداسپور میں جب مقدمہ چل رہا تھا تو مجسٹریٹ کو آریوں نے ورغلایا کہ مرزا صاحب کو ضرور سزا دے دو- کیونکہ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا- اور سزا بھی تھوڑی دینا جس کی اپیل نہ ہو سکے- اور وہ بھی اس کیلئے بالکل تیار تھا- بعض دوستوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے گھبرا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا- اور ڈرتے ڈرتے کہا کہ ایسی متوحّش خبر سنی ہے اور معتبر ذریعہ سے سنی ہے کیونکہ اس کا راوی ایک معتبر ہندو تھا- بعض ہندوؤں کو بھی راستی سے اُلفت اور پیار ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ اپنی قوم میں شامل رہتے ہیں- ایسے ہی ایک ہندو نے یہ بات بتائی تھی- وہ دوست سناتے ہیں کہ جس وقت یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی گئی' آپ چارپائی پر کُہنی کا سہارا لے کر لیٹے ہوئے تھے اور دوست اِرد گرد بیٹھے تھے- یہ بات سن کر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا آپ لوگ گھبراتے کیوں ہیں' کون ہے جو خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکے' وہ ایسا کر کے تو دیکھے-

اب وہ ایک نگاہ تھی جسے اللہ تعالیٰ نے تیز کیا ہوا تھا- وہ دیکھ رہی تھی کہ انجام کیا ہوگا- حالات وہی تھے مگر آپ کو ایک کام چونکہ آسمان پر ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا' اس لئے آپ بے فکر تھے- لیکن دوسروں کو چونکہ یہ نظر حاصل نہ تھی اور وہ ظاہری حالات کو ہی دیکھ سکتے تھے' اس لئے ان کے اندر گھبراہٹ کا پیدا ہونا لازمی تھا- رسول کریم ﷺ کی زندگی کا بھی ایک اسی قسم کا واقعہ ہے- جب آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غارِ ثور میں گئے تو دشمن اس قدر سر پر آگیا کہ ذرا سر جھکاتا تو دیکھ سکتا تھا- غارِ ثور ایک اچھی کھلی جگہ ہے اور باہر کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو اندر بیٹھا ہوا آدمی صاف نظر آسکتا ہے- دشمن اس غار کے بالکل منہ پر کھڑا تھا اور اتنا قریب کہ اگر ذرا بھی سر جھکائے تو دیکھ لے- اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے دل میں

گھبراہٹ محسوس ہوئی لیکن اپنی جان کیلئے نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کی جان کیلئے- آپ نے سوچا کہ دشمن سر پر ہے' بظاہر اب پکڑے جانے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی' غار کا منہ کھلا ہے اور ہم بالکل سامنے ہیں- لیکن رسول کریم ﷺ جانتے تھے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے تصرف کے ماتحت ہیں- اس لئے آپ نے کہا- لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا[۴] - چونکہ رسول کریم ﷺ کی نظر حضرت ابوبکرؓ سے بہت زیادہ دُور رس اور تیز تھی' اس لئے وہ ان باتوں کو بھی دیکھ رہے تھے جو حضرت ابوبکرؓ کو نظر نہ آتی تھیں- یوں حضرت ابوبکرؓ کی نظر بھی بہت تیز تھی- ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ایک خطبہ بیان کیا کہ اب مسلمانوں کیلئے فتوحات کا زمانہ قریب آگیا ہے- یہ سن کر آپ رونے لگ گئے- یہ دیکھ کر کسی نے کہا کہ دیکھو بڈھے کی مت ماری گئی- رسول کریم ﷺ فتوحات کی بشارت دیتے ہیں اور یہ رو رہا ہے لیکن آپ نے بتایا کہ جب امت کو فتح حاصل ہوجائے تو نبی کا کام ختم ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس بلالیتا ہے- تم لوگ فتح پر خوش ہو لیکن مجھے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں خوشی ہوتی ہے[۵] - اور آپ کا یہ قیافہ صحیح نکلا کیونکہ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی رسول کریم ﷺ وفات پاگئے- حضرت ابوبکرؓ نے جو کچھ بیان کیا یہ سنت اللہ ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھی ایک شخص نے بیان کیا کہ یہ بات بہت گھبراہٹ کی ہے کہ احمدیت کی فتح جلد جلد نہیں ہوتی- اور بعض لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملادی- لیکن آپ کے چہرہ پر افسردگی کے آثار ظاہر ہوگئے- اور فرمایا- جب فتح آجاتی ہے تو پھر نبی کی ضرورت نہیں رہتی- ابھی جماعت کی تربیت کا کام باقی ہے جب یہ ختم ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے بھی کھول دے گا- تو حضرت ابوبکرؓ کی نگاہ بیشک بہت صحیح تھی' اس نے وہ کچھ دیکھا جو اور نہ دیکھ سکتے تھے- مگر رسول کریم ﷺ کی نظر سی تیزی اس میں بھی نہ تھی اس لئے غار ثور میں آپ کو گھبراہٹ کا ہونا لازمی تھا-

غرض دنیا کے ظاہری حالات حقیقت نہیں ہوتے حتیٰ کہ بعض فلسفی تو انہیں کوئی قیمت ہی نہیں دیتے- گو یہ غلط عقیدہ ہی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک حد تک صحیح بھی ہے- ظاہر کی سب کیفیتیں قابلِ اعتبار نہیں ہوتیں- اسی طرح ساری دماغی کیفیتیں بھی صحیح نہیں ہوتیں- دونوں مل کر صحیح ہوتی ہیں- اور اس صحیح چیز کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہوتا- سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے خبر پاتے ہیں- یہ مختلف نظروں کی جنگ کئی بار دنیا میں

ہو چکی ہے جب بھی کوئی نبی آیا۔ اس نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح عطا کرے گا۔ لیکن اس کے دشمنوں نے کہا۔ کہ یہ چند روز کی بات ہے۔ یہ اور اس کے ساتھی سب تباہ ہو جائیں گے اب دیکھ لو کس کی نگاہ ٹھیک نکلی۔ انہی کی صحیح نکلی جنہوں نے خدا سے خبر پاکر اعلان کیا تھا۔ جنہوں نے اپنی عقلوں سے دیکھا تھا ان کا اندازہ غلط نکلا۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ان کی فتح کے پسِ پردہ اور سامان نہ ہوتے تو دشمنوں کا وہ اندازہ جو انہوں نے ظاہری حالات کو مدنظر رکھ کر کیا تھا ضرور صحیح نکلتا۔ ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور رسول کریم ﷺ اپنے دشمنوں پر فتح پاسکتے تھے مگر آخر یہی ہوا۔ اور دنیا نے شکست کھائی۔ ایسا ہی ایک نظارہ اس وقت ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ ایک انسان جو دنیا کی نظروں میں کمزور تھا۔ اس نے کہا کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ اور جو میں دیکھتا ہوں اگر سارے دیکھیں تو ولی اللہ ہو جائیں۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا کی تلوار اُن کی گردنوں پر رکھی ہوئی ہے۔ اور غیب سے ان کی تباہی کے سامان ہو چکے ہیں۔ ہاں اگر مجھے قبول کرلیں تو عذاب سے بچ جائیں گے۔ لیکن اگر مجھے قبول نہیں کریں گے تو ایک دن آئے گا کہ وہ کہیں گے۔ کاش! ہماری مائیں ہمیں نہ جنتیں۔ یہ ویسا ہی عظیم الشان دعویٰ ہے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اور دنیا نے بھی اس کی تضحیک اور تردید اس طرح کی جس طرح گزشتہ انبیاء کے مخالفوں نے کی تھی۔ حتیٰ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا کہ میں نے اسے بڑھایا تھا اور میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔ لیکن ہوا کیا؟ باوجود اس کے ہر ایک نے اس کی مخالفت کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ خبر دی تھی زور آور حملوں کے ساتھ اس کی سچائی کو ظاہر کیا۔ دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا۔ وہ مخالفوں میں سے ایک ایک کو کھینچ کر لایا اور اس کے جھنڈے تلے کھڑا کر دیا۔ مجھے حافظ روشن علی صاحب مرحوم کا ایک لطیفہ بہت پسند ہے۔ اُن سے کسی کا مباحثہ ہوا۔ اس نے کہا تم لوگ اپنی فتح کا اعلان کرتے پھرتے ہو۔ یہ تو بتاؤ تم ہو کتنے؟ انہوں نے کہا کہ یہ جواب تو ایسا ہی ہے جیسے مرغابیاں ایک شکاری کو دیں جس کے پاس دو چار مرغابیاں ہوں لیکن وہ نہیں جانتیں کہ وہ جب بھی بندوق چلائے گا ان میں سے اور کئی مار لے گا اور پھر چلائے گا تو اور مار لے گا آخر مرغابیاں ہی مریں گی۔

پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا شدہ سامانوں کو جو لوگ دیکھتے ہیں ان کی

رائے صحیح نکلتی ہے۔ اس زمانہ کے مامور کیلئے بھی خداتعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر ہے کہ اس کی جماعت بڑھے۔ اگر دشمن شور مچاتا ہے تو نوحؑ کے زمانہ میں بھی اس نے یہی کیا تھا۔ ابراہیمؑ کے زمانہ میں بھی اس نے یہی کیا تھا۔ موسیٰؑ ، عیسیٰؑ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں بھی اس نے یہی کیا تھا۔ یہ منہ جو تم دیکھ رہے ہو' یہ نہیں بولتے بلکہ وہی بول رہے ہیں جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھے۔ اگر یہ اور ہوتے تو ان کو کیا پتہ تھا کہ پہلے انبیاء کے مخالفین بھی یہی کچھ کہتے رہے ہیں۔ پس یہ جو تمہارے بھائی' رشتہ دار' محلّہ والے اور شہر والے کہتے ہیں' یہ دراصل وہی ہیں جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھے۔ یہ اگر اور ہوتے تو ان کو کیا پتہ تھا کہ پہلے انبیاء کے مخالف کیا کہتے تھے۔ اور بولتا دراصل شیطان ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف ڈراتے ہیں۔ یہ شیطان کی تخویف ہے جو وہ ہمیشہ کرتا رہا ہے۔ مگر کیا کوئی بتاسکتا ہے کہ کبھی خدا کے پہلوان گر گئے ہوں اور شیطان غالب آگیا ہو۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہی اونچی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بیداری کیلئے دو چیزیں رکھی ہیں۔ ایک دل کی آواز ہے اور ایک باہر کی۔ اندر کی بیداری اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور باہر کی بیداری کیلئے چونکہ جھنجوڑنا ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کو خود تکلیف نہیں دینا چاہتا' اس لئے یہ اس نے شیطان کے ذمہ رکھی ہے۔ وہ کالے کتے کو چھوڑ دیتا ہے جو کاٹتا ہے اور انسان جاگ اٹھتا ہے۔ پس یہ آوازیں جگانے کیلئے ہیں اور یہ بیداری تکلیف کی چیز نہیں کہ ہم اس سے گھبرائیں بلکہ یہ ترقیات کا موجب ہے۔ اس لئے ان چیزوں سے کبھی مت گھبراؤ' یہ آواز اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس کے نتائج بھی اچھے ہوں گے۔ جس کے پاس حقیقی علم ہو وہ ان باتوں سے کیسے گھبرا سکتا ہے۔ ظاہری سامانوں کو تو فلسفی بھی نہیں مانتا جس کی بنیاد ظاہر پر ہے' پھر مذہب اسے کس طرح مان سکتا ہے۔ جب اس نے اسے ترک کردیا جس کی بنیاد ہی اس پر تھی تو وہ جس کی بنیاد باطن پر ہے' وہ کیسے مان سکتا ہے۔

پس یاد رکھو کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں' وہ جس طرح چاہے ان سے کام لے سکتا ہے۔ انسان اگر آنکھوں پر سُرخ عینک لگالے تو ہر چیز اسے سرخ نظر آئے گی۔ اور اگر سبز لگالے تو ہر چیز سبز نظر آئے گی۔ گویا نظر عینک کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے اللہ تعالیٰ جو رنگ اسے دینا چاہے وہ اختیار کرلیتی ہے۔ نظر تو عینک کا رنگ اختیار کرلیتی ہے

مگر اللہ تعالیٰ کی عینک دنیا کو اپنے رنگ میں رنگین کردیتی ہے۔ وہ کہتا ہے زرد ہوجا اور وہ زرد ہوجاتی ہے۔ وہاں تو صرف انعکاس کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے لئے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ ایک چیز ہے جو مقدر ہے۔ اور ان مقدرات سے ہے جن میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ فرمایا لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۗ جس طرح ماں کے پیٹ کے بچہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ انسان بنے خواہ چھوٹا یا بڑا بہرحال وہ انسانیت کے رستے پر چلے گا۔ اگر وہ ضائع بھی ہوجائے تب بھی انسانیت کے رستہ پر ہی ہوگا۔ اس کیلئے ایک رستہ مقرر ہے جس میں کوئی ردّوبدل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ہمارے لئے مقدر ہے کہ بہرحال اللہ تعالیٰ کے مسیح کے ماننے والے غالب آئیں گے۔ اس لئے یہ تو سوال ہی زیر بحث نہیں آسکتا کہ ہم جیتیں گے یا ہمارے مخالف، فتح اور جیت ہمارے لئے مقدر ہوچکی ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ زید کے ہاتھ سے ہوگی یا بکر کے ہاتھ سے۔ ہماری جدوجہد یہ ہے کہ لُوٹ میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرسکیں۔ یہ ہماری آپس کی کوشش ہے کہ ہر ایک دوسرے سے زیادہ حصہ لُوٹ میں سے لینا چاہتا ہے اور جو جتنا سچائی اور اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گا اور صحیح توکّل پر قائم ہوگا، اسی کے مطابق وہ حصہ پائے گا۔ پس ہمارے سامنے یہ سوال نہیں کہ ہم جیتیں گے یا ہمارے مخالف بلکہ یہ ہے کہ دشمن کی ہار سے زیادہ انعام کس کے حصہ میں آئیں گے۔ پس حقیقت میں ہماری لڑائی غیر سے نہیں بلکہ آپس میں مقابلہ ہے۔ یہ سوال نہیں کہ ثناء اللہ جیتے گا یا احمدی بلکہ یہ ہے کہ گجرات کی جماعت زیادہ حصہ حاصل کرے گی یا سیالکوٹ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے فتح مقدر کردی ہے۔ لیکن اس میں سے حصہ پانے کا معاملہ ہم پر چھوڑ دیا ہے کہ یہ باہم طے کرلو۔

اگر کسی کو اس کے متعلق کوئی وسوسہ ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی نظر کمزور ہے۔ ایک اندھا دوسرے سے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رستہ بتایا لیکن اس میں اسے شُبہ ہے۔ اور اگر ہمارے اندر حوادث سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ایک بینا سے ہم نے راستہ نہیں پایا۔ پس ہماری جماعت کو اپنے اندر ایمان پیدا کرنا چاہیئے اور ایسی نظر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم ان چیزوں کو دیکھ سکیں۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا۔ اور اگر ان کو دیکھ لیں تو پھر کوئی گھبراہٹ ہمارے لئے باقی نہیں رہ سکتی۔ بچوں والے گھر میں انسان روز دیکھتا ہے کہ ماں اِدھر اُدھر کام میں لگی ہوتی ہے۔ بچہ سوتے ہوئے اُٹھتا ہے اور رونے لگ جاتا ہے۔ لیکن

ماں جب کہتی ہے کہ میں پاس ہی ہوں تو وہ چُپ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو فتح نظر نہیں آتی اور وہ گھبرا کر روتے ہیں کہ اب کیا ہوگا۔ لیکن آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ فتح قریب ہے تو تسلی ہوجاتی ہے۔ اور یوں بھی دیکھو' دنیا میں کون ہے جو خداتعالیٰ کے کام میں رُکاوٹ پیدا کرسکے۔ کیا کوئی ایسی ہستی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں اور پھر خدا نے ایک فیصلہ کردیا ہے تو اس میں شُبہ کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے وعدوں پر یقین رکھیں۔ اور وہ بینائی عطا کرے کہ جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خدا کے دوسرے مقربین نے دیکھا' وہ سارے دیکھ سکیں۔ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس کے دل میں کرب اور گھبراہٹ ہو کیونکہ یہ بیماری ہے جو قلّتِ نظر کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔

(الفضل ۲۰ - اپریل ۱۹۳۳ء)

---

۱ الذّٰریٰت:۵۰

۲ التوبة: ۴۰ + شرح مواهب اللد نية الجزء الثانی صفحہ ۱۲۲' ۱۲۳ دارالکتب العلمية بيروت لبنان ۱۹۹۶ء

۳ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبیؐ سدوا الابواب اِلَّا باب ابی بکر

۴ یونس:۶۵